محمدؒ بن عبدالوہاب کی تحریک اور انگریزی عیاریاں

تحریر: مولانا محمد اشرف جاوید مدیر مکتبہ جامعہ سلفیہ

محمدؒ بن عبدالوہاب کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ یہ بارھویں و تیرھویں صدی ہجری کے عظیم مجدد اور نامور انقلابی شخصیت تھی جس کی وجہ سے پوری دنیا میں اہل اسلام میں حرکت پیدا ہوئی۔

محمد بن عبدالوہاب نے احیاء دین کی تحریک شروع کی۔ جب انکو غلبہ حاصل ہوا تو انہوں نے سب سے پہلے قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہوئے احکام الٰہی نافذ کئے۔ نجد سرسبز و شاداب ہونے کے ساتھ ساتھ اہم ادیب و شعراء کا مسکن بھی رہا ہے۔ گویا نجد وسط بہت مردم خیز خطہ تھا۔ آج بھی اسلامی اطوار کے لحاظ سے یہ علاقہ شرع کی پابندی میں نمایاں نظر آتا ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نے ان لوگوں میں اسلام کی وہ روح پیدا کر دی جو قرون اولیٰ کے لوگوں میں موجود تھی۔ ان لوگوں کو دیکھ کر صحابہ کا زمانہ یاد آجاتا تھا بلکہ جہاد کی روح اس قدر تھی کہ وہ کوسوں میل تپتے صحراء میں ننگے پاؤں چلنا شرف سمجھتے تھے۔ بقول امام الہند، سلام علی نجد۔

قرآن کریم یہود و نصاریٰ کا ذکر کرتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے کبھی دوست نہیں ہو سکتے۔ انگریز قوم نے ہر اس تحریک کو بدنام کیا جس کا مقصد احیاء دین تھا۔

اس دور میں مختلف مقامات پر تحریکوں نے جنم لیا مثلاً (۱) محمد بن عبدالوہاب، نجد میں۔ (۲) محمد بن حسن درویش افریقہ میں۔ (۳) سید احمد طرابلس میں۔

(۴) محمد احمد سوڈانی	مہدوی تحریک	سوڈان	برطانیہ کیخلاف	
(۵) جمال الدین افغانی		مشرق وسطیٰ	//	//
(۶) شاہ ولی اللہ و سید احمد و اسماعیل شہید	ہند		احیاء دین	انگریز کے خلاف
(۷) حاجی شریعت و نثار علی عرف تیتو میر	فرائضی تحریک	//	////// وغیرہ	

ان تحریکوں کا بنیادی مقصد اللہ کے دین کی سربلندی اور انگریز سے نجات تھی۔

ہم یہاں صرف محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کا تذکرہ کریں گے۔ ان کو بدنام کرنے کے لئے کیا کیا حربے استعمال کئے گئے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال ذکر کرتے ہیں۔ کہ

"اس لحہ عموی انحطاط کے باعث شمالی افریقہ، وسطی ایشیاء اور ہندوستان میں وہابی قسم کی اصلاحی تحریکیں وجود میں آئیں۔ جن کا مقصد اسلام میں ان تمام خرابیوں کی بیخ کنی تھا جو مسلمانوں کے زوال کا سبب تھیں۔ دنیا بھر کے مسلمان ان تحریکوں سے متاثر ہوئے کیونکہ مصلحین نے اسلام کی اصل پاکیزگی کی طرف از سر نو رجوع کرنے کی تلقین کی اور بدعتوں کے مکمل استرداد پر زور دیا۔ ابتداء میں بہ اعتبار نوعیت گو یہ تحریکیں داخلی تھیں لیکن کچھ مدت بعد روس اور یورپی نو آبادیاتی طاقتوں کے استحصال کے خلاف انہوں نے زبردست مزاحمت کی۔ سید احمد بریلوی اور ان کے معتقدین نے ہندوستان اور محمد منوسی نے شمالی افریقہ میں برطانوی استعمار کے خلاف جہاد کیا۔" (زندہ روداد، جاوید اقبال صفحہ ۱۰۰)

جنگ عظیم سے پہلے ترکوں کے قبضہ میں یورپ کے علاوہ افریقہ و ایشیاء کے کچھ ممالک بھی تھے۔ ان میں سے سعودی عرب کے مخصوص مقامات مکہ مدینہ، جدہ، طائف اور الحساء وغیرہ صوبے بھی سلطان ترکی کے مقبوضات میں شامل تھے مکہ مدینہ اور طائف کا گورنر، شریف حسین تھا۔ ترکی نے دول وسطی جرمن آسٹریا کے ساتھ جنگ میں شرکت کی۔ جبکہ دول یورپ، برطانیہ، فرانس، اٹلی اور یونان وغیرہ ان کے مخالف تھے۔ دول یورپ ہمیشہ سے یہ چاہتے تھے کہ اسلامی حکومتوں کو کمزور کر کے انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اس کام کی تکمیل کیلئے مسلمانوں میں سے ہی ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا تھا جو ملک و ملت کے بہی خواہ نہ ہوتے تھے بلکہ اپنی ذاتی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے وہ لوگ بڑے سے بڑے قومی و ملکی مفاد کو قربان کرنے سے بھی کوئی دریغ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۶ء میں جنگ عظیم اول شباب پر تھی۔ ابھی تک کسی ملک کا غلبہ واضح طور پر فیصلہ کن مراحل میں داخل نہ ہوا تھا۔ انگریزوں نے ترکی کے خلاف سازش اور بغاوت کا منصوبہ بنایا اور شریف مکہ ۱۹۱۶ء کو اس مقصد کے لئے آلہ کار بنایا اس سلسلہ میں حکومت برطانیہ نے

شریف حسین کو ۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۰ء تک دو کروڑ چالیس لاکھ پونڈ سالانہ خطیر رقم امداد بھی دی۔ یہ محض فوجی تعاون کے بدلہ میں نہ تھی بلکہ خلافت عثمانیہ کو پاش پاش کرنے کی ایک منظم اور دیرینہ سازش تھی۔

شریف مکہ نے سلطان ترکی کے خلاف بغاوت کر کے حجاز پر قبضہ کیا اور اپنی آزاد حکومت کا اعلان کر دیا (شاہراہ مکہ ۲۰۷ / ۳۰۸) بلکہ شریف مکہ نے مرکز اسلام میں انگریزوں کی دلالی (ایجنٹ) کے فرائض سرانجام دیئے۔ (۲۰۸) اور اس کے ساتھ ساتھ شریف مکہ کو استعمال کرنے کے بعد چوسی ہڈی کی طرح پھینک دیا۔

چنانچہ حیات سید سلیمان ندوی' میں لکھا ہے کہ پہلی جنگ عظیم ترکوں کو اپنے حالات و مصالح کی بناء پر اتحادیوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دینا پڑا۔ انگریزوں کو عربوں اور ترکوں کی کشمکش کا پورا اندازہ تھا۔ انہوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور شریف مکہ کو عرب' عراق' شام' فلسطین کی متحدہ بادشاہت کا خواب دکھا کر ان سے بغاوت کرا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک ترکوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔

انگریزوں نے ایک طرف شریف حسین کو متحدہ عربی حکومت کا خواب دکھایا۔ دوسری طرف اسی زمانہ میں یہودیوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے فلسطین کو ان کا قومی وطن بنانے کا وعدہ کر لیا اور دنیا اسلام کو الگ یقین دلاتے رہے کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد ان کے مقامات مقدسہ میں کوئی دست اندازی نہ کی جائے گی۔ مگر اختتام جنگ پر فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنا کر ان کی حکومت قائم کر دی گئی اور ساری دنیا سے لا کر یہودیوں کو آباد کیا جانے لگا۔ جس نے آگے چل کر دنیائے عرب کے لئے ایک مستقل خطرہ کی شکل اختیار کر لی اور انگریزوں کا لگایا ہوا پودا اب برگ و بار لا رہا ہے۔ شریف حسین کو حجاز کی حکمرانی (بادشاہت) ملی اور شام کی حکومت شریف حسین کے بڑے بیٹے امیر فیصل کو جنہوں نے شام پر اتحادیوں کا قبضہ کرایا تھا۔ پیش کی گئی مگر اس سے قبل کہ ان کو تخت نشینی نصیب ہو فرانس سے ان کو نکال باہر کیا اور انگریز ان کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ (حیات سلیمان صفحہ ۱۷۳ ـ ۱۷۴)۔

"نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم"

(اب ہماری حکومت بھی ایسا ہی کر رہی ہے)

اسی دور میں امام محمد بن عبدالوہاب نے ہوش سنبھالا اور عالمی دنیا میں مسلمانوں کی حالت پر افسوس کا اظہار کیا اور اس کے تدارک کے لئے منصوبہ بندی کی۔ اگرچہ اس عظیم کام کے لئے بہت سے مصائب سے گزرنا پڑا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ یہاں تفصیل کا موقعہ نہیں۔ امام نے جب آل سعود سے دینی رشتہ استوار کیا تو ان لوگوں نے بھی جان و مال کی قربانی دے کر احیاء دین کی تحریک کو اپنے قوت بازو سے تقویت دی۔

جب آل سعود کی ۱۹۲۴ء میں حکومت قائم ہوئی جو خالصتاً اسلامی حکومت تھی تو اس کو ختم کرنے کے لئے انگریزوں کی چالیں بروئے کار آئیں ان کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سلطان ابن سعود اور حکومت حجاز

۱۹۲۴ء کے اخیر میں حجاز کا نظام حکومت سابق خلیفہ کے سپرد کرنے کی تجویز ہوئی۔ یاد رہے اس سے قبل آل سعود نے حجاز وغیرہ مقامات پر اسلامی پرچم لہرا دیا تھا۔

مسلم آؤٹ لک کے نمائندے نے علامہ اقبال کے خیالات معلوم کرنے کے لئے ملاقات کی۔ دوران ملاقات علامہ اقبال نے حرم پاک کی خدمت و حفاظت کا منصب سابق خلیفہ المسلمین عبدالمجید کو سپرد کرنے کی تجویز کے متعلق فرمایا۔ یہ تجویز نامناسب ہے اور اگر موجودہ نازک صورت حال میں اس پر زیادہ زور دیا گیا تو اندیشہ ہے کہ کہیں دنیائے اسلام کے پیچیدہ معاملات میں مزید الجھنیں پیدا نہ ہو جائیں۔ ابن سعود عام وہابیوں کا نمائندہ ہے اور سابق خلیفہ المسلمین سنی دنیا اسلام کے دینی پیشوا رہ چکے ہیں۔ حجاز اس وقت عملاً وہابیوں کے قبضے میں ہے۔ اگر اس حالت میں سابق خلیفہ المسلمین کو حاکم حجاز بنانے کی

کوشش کی گئی تو اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کے ان دو فرقوں مین سخت کش مکش شروع ہو جائے۔

نمائندہ نے سوال کیا تو ڈاکٹر صاحب کیا آپ موجودہ صورت و حالات سے پورے طور پر مطمئن ہیں اور عارضی طور پر ابھی حجاز کی عنان نظم و نسق سابق خلیفہ المسلمین کے حوالے کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا "میں اس انتظام کو عارضی اور ہنگامی طور پر بھی مناسب نہیں سمجھتا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس تجویز کو پیش کرنا ہی ایک غلطی ہے میں حجاز کی موجودہ صورت و حالات سے پورے طور پر مطمئن ہوں اور ابن سعود پر بدون تذبذب اعتماد رکھتا ہوں۔ میری رائے میں سلطان نجد ایک روشن خیال آدمی ہے اور جو لوگ سلطان موصوف سے ملتے ہیں یا انہوں نے سلطان کو دیکھا ہے وہ میری رائے کے مؤید ہیں۔"

امریکی مصنف:۔ امریکہ کا ایک مصنف اپنی کتاب الاسلام میں سلطان نجد کو ایشیا کا بہترین حاکم اور سرزمین نجد کو زوال آمادہ دنیائے اسلام کی صاف اور پاک ترین جگہ بتاتا ہے۔

نمائندہ کا سوال .... اس پر نمائندہ نے سوال کیا۔ ڈاکٹر صاحب آپ فرماتے ہیں کہ سلطان نجد روشن خیال ہیں تو کیا ان سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ حجاز کے متعلق بین الملی اسلامی موتمر کے فیصلے کی پابندی کریں گے؟

> فرمایا..... میں مستقبل کے حالات و واقعات کے متعلق قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس وقت دنیائے اسلام میں گوناگوں تغیرات کا سلسلہ قائم ہے لیکن ابن سعود چونکہ خود نمائندگان عالم اسلام کی موتمر منعقد کرنے کے خواہاں ہیں اس لئے توقع ہے کہ وہ اس موتمر کے فیصلے کی پابندی کریں گے۔ بہت ممکن ہے کہ عرب میں ابن سعود کے ماتحت ایک زبردست فوجی تحریک نشوونما پائے اور اس کے آثار و نظر آ رہے ہیں۔ اس احساس خودی کا ہمیں تہہ دل سے خیر مقدم کرنا چاہیے اگرچہ اس کی تہہ میں تجرود تفرد کے عنصر کی نشوونما کا بھی اندیشہ ہے لیکن ہمیں کچھ مدت اس

تجرد و تفرد کو بھی برداشت کرنا چاہیے۔(گفتار اقبال صفحہ ۱۱-۱۲)

اسی طرح شاہراہ مکہ کا مصنف ابن سعود کے متعلق تحریر کرتا ہے۔

"نہایت بیدار مغز، روشن خیال، ذہین اور موجودہ حالات کی عالمی سیاست سے واقف حکمران تھے۔ علوم سے بھی ان کو خاصی دلچسپی اور محبت تھی۔ ہر مسئلہ کو سلجھانے اور اس وقت کے دھارے یا تقاضوں کے ساتھ طے کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ یورپ کی پولیٹکس یعنی سیاست کو خوب سمجھتے تھے ان کا کہنا تھا یورپ اس آہنی پھاٹک کی مانند ہے جس کے اندر کچھ نہیں۔ خالی رکاوٹ اور دکھاوا ہے۔ بیرونی طاقتوں سے انہیں مطلقاً خوف و ہراس نہ تھا۔(شاہراہ مکہ صفحہ ۲۱۳)

ایک اہل حدیث کو صرف خدا کا خوف ہوتا ہے۔ ویسے بھی ہنٹر نے اپنی کتاب ہندوستانی مسلمان میں لکھا ہے کہ "وہابی صرف اللہ سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے۔ کاش اسی طرح کے وہابی پیدا ہو جائیں جن کا مقصد اللہ کی کتاب اور سنت کی سربلندی کرنا مقصود ہو۔"

مصر اور مہدی سوڈانی:۔

مصر کے خدیو اسمٰعیل نے ۱۸۸۰ء تک اپنی مملکت کے اندر انگریزوں کو بہت بڑی حد تک دخیل کر لیا تھا۔ مملکت کے عام مسلمان فرنگیوں کی اس دخل و نفوذ سے بہت متاثر ہونے لگے۔ ۱۸۸۱ء میں سوڈان کے ایک شخص شیخ محمد احمد نامی نے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کیا اور خدیو اور انگریزوں کے ملے جلے اقتدار کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ سوڈان کے گورنر جنرل نے اس کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے خرطوم سے دو کمپنیاں شیخ کو گرفتاری کیلئے بھیجیں مگر شیخ کے درویشوں نے ان کا تکا بوٹی اڑا دیا۔ بعد میں ۱۸۸۲ تا ۔۱۸۸۵ء ۱۸۹۱ء تک انگریزوں نے مسلسل فوجیں بھیجیں مگر ناکامی ان کا مقدر رہا۔ اور مہدی سوڈانی نے بہت سے حصہ پر قبضہ کر لیا۔

یہ سلسلہ ۱۸۹۷ء تک جاری رہا۔ اب برطانیہ نے تازہ دم فوج اور مصری فوج کو از سر نو منظم کیا۔ سوڈان کی سرحد تک ریلوے لائن بچھائی اور دریائے نیل میں جنگی جہازوں

کا ایک بیڑا لے آئے۔ فوجوں کی آمدورفت اور سامان کے نقل و حمل کے لئے انتظامات مکمل کرنے کے بعد انگریز کچنر نے ۱۸۹۸ء میں سوڈان پر چڑھائی کی۔ کچنر کی فوجیں تازہ جنگی ایجاد میکسم مشین گن سے بھی مسلح تھیں درویشوں کے ایک لشکر نے اپنی سرحد پر کچنر کی فوج کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور اس کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ میدان انگریزوں کے ہاتھ رہا۔ مہدی کی وفات کے بعد ان کا خلیفہ جنگ سے روپوش ہوگیا۔ مہدی کے مقبرے کو مسمار کر دیا' بلکہ درویش کی ہڈیاں قبر کھود کر دریا میں پھنکوا دیں۔ (۵۲۲ تاریخ اقوام عالم)

یہ وہ لوگ تھے جو ان کا راستہ روک سکتے تھے بلکہ انہوں نے ایک مدت تک ان کو لوہے کے چنے چبائے رکھے۔ کاش عالم اسلام ان کی مدد کرتا اور وہ لوگ اس مشق میں کامیاب ہوتے۔ انگریز نے ہر وہ چال کھیلی جس سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ کر رہ جائے۔

شاہراہ مکہ:۔ لکھتا ہے کہ مصری وطنیت کا نعرہ و نظریہ خود انگریز فروغ دے رہا تھا کیونکہ انگریز مصر کو عالم اسلام سے الگ تھلگ کرنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ مصری قوم کے ذہن میں یہ بات راسخ کی جائے کہ اسے دوسری مسلم اقوام خواہ ترک یا عرب یا ایرانی یا ہندی کی کسی طرف دیکھنا نہیں چاہئے بلکہ اپنے مفادات کا تحفظ کرنا چاہیے۔ اسی طرح برطانیہ ایک طرف عربوں کو ترکوں سے جدا کرنا چاہتا تھا اور دوسری طرف عربوں کو عربوں سے اور مسلمانوں کو مسلمانوں سے بیزار اور متنفر کرا رہا تھا۔ (صفحہ ۱۵۱)

انگریز نے اپنی عیاری سے کیا کچھ نہ کیا۔ انگریز کی ریشہ دوانیاں' اسلامی بلاک کو پارہ پارہ کر کے ختم کر دینا چاہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے موقعہ غنیمت سمجھ کر ترکوں اور عربوں کو آپس میں لڑایا۔ ۱۹۱۶ء کو شریف مکہ کو ترک کے خلاف اکسایا' خلافت عثمانیہ کو کمزور کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (شاہراہ مکہ صفحہ ۱۵۲)

محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کو ختم کرنا ان کا اولین مقصد تھا۔ "محمد بن عبدالوہاب کی

تحریک کیا تھی اس کے لئے "محمد بن عبدالوہاب ایک بدنام مصلح" اور دیگر کتب کا مطالعہ کرنا ہر ایک اہل حریت کے لئے لازم ہے تاکہ اس کو اصل حقائق سے خبر ہو سکے۔

۱۷۹۹ء میں مسلمانوں کا سیاسی زوال آخری حد تک پہنچ چکا تھا۔ انیسویں صدی کے اندر سرسید احمد جمال الدین افغانی، منشی عالم جان (روس) میں پیدا ہوئے۔ غالباً یہ اصحاب محمد بن عبدالوہاب سے متاثر تھے جن کی ولادت ۱۷۳۴ء نجد میں ہوئی۔ یہی محمد بن عبدالوہاب اس تحریک کے بانی تھے جسے عموماً وہابی تحریک کہا جاتا ہے جسے بجاطور پر دور حاضر کے اسلام میں زندگی کی پہلی دھڑکن سمجھنا چاہیے۔" (۲۵۶، قومی ڈائجسٹ قادیانیت نمبر ۱۹۸۴ء)

مصنف دوسری جگہ تحریر کرتا ہے کہ وہابی تحریک جو انیسویں صدی کے مسلم داعیان اصلاح کے لئے تحریک و عمل کا سرچشمہ تھی۔ دراصل علماء کے اس جمود کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ غرض مسلم داعیان اصلاح کا اولین مقصد یہ تھا کہ عقائد کی تجدید کی جائے اور روز افزوں تجربات کی روشنی میں قانون کی نئی تعبیر کے لئے آزادی دلائی جائے۔ (ڈائجسٹ قومی، صفحہ ۲۵۷)

مشہور برطانوی مورخ آرنلڈ ٹائن بی (Arnold Toynbee) ابن سعود کی تحریک کے متعلق تحریر کرتا ہے کہ

> "اس نے پیش گوئی کی کہ اگر ان کی تیز رفتار نشوونما جاری رہی تو یہ جلد ہی نہ صرف پورے جزیرہ العرب پر بلکہ دوسرے علاقوں پر بھی چھا جائیں گے اور ممکن ہے کہ ایشیا اور جنوبی افریقہ میں بھی اپنی طوفانی پیش قدمی سے اسلام کی اولین تاریخ کو دہرا دیں۔ مختلف عرب ریاستوں کے اتحاد کے بعد وہ اس بات کا لازمی طور پر متوقع تھا(اتحاد جزیرۃ العرب صفحہ ۴۷)

ابن سعود کی بڑھتی ہوئی طاقت سے انگریز بہت خائف تھا کیونکہ ان لوگوں نے چند ایک دوستوں کی مدد سے بہت سا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق انگریز کچھ یوں لکھتا ہے کہ

"یہ عجب بات ہے کہ عبدالوہاب نجدی (لفظ محمد بن عبدالوہاب ہے) اس اسلام کو زندہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھا جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں غالب دین کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور یہ حقیقت ہے اگر ہم اس وقت ترکی اور مصر کو ان کی ملوکیت کے خطرے سے ڈرا کر اس تحریک کو ختم نہ کرا دیتے تو یقیناً یہ تحریک غالب آکر دنیائے اسلام کے نقشے کو بدل ڈالتی جو کی حضرت عمرؓ کی عمر وفاء نہ کرنے کے باعث ساری دنیا کے اسلام کے زیر نگین آنے میں رہ گئی تھی پوری ہو جاتی۔ مگر ہم نے کمال دانائی سے کام لے کر خود پیچھے رہ کر ترکی اور مصر سے کام لیا اور ان دونوں مملکتوں نے نادانستہ ہمارا کام انجام دیا اور خود اپنی یعنی اسلام کی ترقی کا راستہ بند کر دیا۔ اور اگر ہم نادانی کر کے خود حملہ آور ہوتے تو کفر اور اسلام کا سوال پیدا ہو کر ساری دنیا اسلام کے اتحاد کی شکل اختیار کر لیتی اور واقعی دنیا کا نقشہ تبدیل ہو کر رہتا۔ ہماری تدبیر یہ تھی کہ ہم حملہ آور نہ ہوں بلکہ مسلمانوں کی آپس میں جنگ ہو۔ (صفحہ سرگزشت مجاہد غازی عبدالکریم)

اس جگہ تحریر ہے کہ یہ اس ڈائری کا ورق تھا جو گورنروں کے درجے کے افسروں کو اپنی اس پالیسی پر عمل پیرا رہنے کے لئے پڑھائی جاتی تھی جو ۱۹۲۳ء میں وائسرائے ہند کے کتب خانہ سے چوری کرا کر حاصل کی گئی۔ چر کند سے جمال پاشا ترک کو بطور تحفہ پیش کی گئی جو اس کتاب کے متلاشی تھے۔ (صفحہ ۳۹ بالا)

اس ورق کے بعد بھی محمد بن عبدالوہاب کے متعلق غلط رائے رکھنا سوائے بے وقوفی کے کچھ نہیں یا اندھی تقلید ہے۔ آج کل ہمارے ہاں ایک کتاب (ہمفرے کے اعتراضات) بازار میں عام ملتی ہے جو خرافات کا مجموعہ ہے ہم اس کتاب پر عنقریب مضمون قارئین کی نظر کریں گے۔ اس کتاب کی اصل حقیقت کیا ہے۔ سردست یہ کتاب شیعہ حلقہ سے آئی ہے بات وائسرائے کی ہو رہی تھی تو ایک اور واقعہ سنتے جائیں۔

مولانا محمد علی قصوری جو پاکستان کے نامور عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی مدبر بھی تھے۔ انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور افغانستان میں طیبہ کالج

کے پرنسپل بھی رہے۔ امیر حبیب اللہ سے خاص تعلق بھی تھا مگر بعض وجوہات کی بناء پر افغانستان کابل سے نکل کر جمال الدین افغانی کے پوتے کے ہاں قیام کیا۔ پھر آزاد قبائل یعنی یاغستان آج کل باجور مہمند ایجنسی میں ایک مدت تک انگریزوں کو لوہے کے چنے چبواتے رہے انکی ملاقات تقریباً ۱۹۱۲ء کے قریب ہوئی۔ یہ ملاقات سر عبدالقیوم کی معرفت ہوئی جو انگریز کا دلال "ایجنٹ" تھا۔

ملاقات سرجارج روس کیپل چیف کمشنر صوبہ سرحد

ملاقات کافی طویل تھی مگر ہم یہاں چند ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔

کیپل نے کہا "یہ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ آپ کا خواب کہ سارے ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کی جائے شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا اور آپ ہم سے لڑ کر پتھر سے سر پھوڑیں گے۔" مگر مولانا نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"یہ تو میرا ایمان ہے کہ نہ صرف ہندوستان پر بلکہ تمام دنیا پر ایک نہ ایک دن اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ اس لئے ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دے۔ میرا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ کیونکہ میں تو خدا سے عہد کر چکا ہو کہ جب تک میرے جسم میں جان ہے میں اسلام کی سربلندی کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا رہوں گا۔ اتنا بھی کہہ سکتا ہوں کہ ہماری حقیر مساعی نے روپیہ کی قلت کے باوجود آپ کے کروڑوں روپے سالانہ کے خرچ کو بالکل بے کار کر دیا اور اسلام میں اب بھی اتنی قوت ہے کہ وہ اس بے سروسامانی کی حالت میں بھی کفر کی سب سے بڑی سلطنت سے ٹکرا سکتا ہے۔ (کابل ویاغستان صفحہ ۱۴۷)

اس ملاقات میں انگریز نے ہر وہ کوشش کی جس سے انسان کا ایمان ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ انہوں نے روپے کا لالچ اور عہدے کی پیش کش کی۔ کیپل نے کہا مولوی صاحب میں آپ کی تمام مساعی کو دیکھتا رہا اور میں نے گورنمنٹ انگریزی سے اس امر کی منظوری

لے لی ہے کہ آپ کو کوئی نہایت عمدہ عہدہ (گورنمنٹ کالج پشاور کا پرنسپل اور خطیر رقم) دی جائے تاکہ آپ کی قابلیت ضائع نہ ہو۔ مگر مولانا نے فرمایا مجھے سرکاری خدمت سے معذور ہی رکھئے۔"

سر جارج نے مسکرا کر کہا۔ کیوں ابھی تک آپ کے دماغ میں اسلامی حکومت کے قیام کا خیال بسا ہوا ہے۔" تو آپ نے فرمایا "میں یہ خیال تو میرے رگ و ریشے میں پیوست ہو چکا ہے میں کسی صورت میں بھی انگریزی ملازمت قبول نہیں کر سکتا۔

"نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی"

سر جارج ..... مجھے افسوس ہوگا آپ جیسا ہونہار نوجوان اپنی قابلیت اور عمر ایک بیکار خیال کی تحصیل کے لئے ضائع کرے۔ سرکاری رہنمائی سے آپ ہندوستانی مسلمانوں کے دوسرے سر سید احمد خان بن سکتے ہیں۔

مولانا کا جواب سونے کی تحریر سے لکھنے کے قابل ہے۔ میں آپ کی عنائت کا بہت مشکور ہوں لیکن میں ہندوستانی مسلمانوں کا دوسرا سر سید احمد بننے کی بجائے دوسرا سید احمد شہید' یا اسماعیل شہید بننا چاہتا ہوں۔

مولوی صاحب ــــــ! ذرا سوچئے کہ ہم نے کیونکر مسلمانوں کے انہی علماء و مشائخ کی مدد سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کو فنا کر دیا۔ ہندوستان میں سید احمد شہید بریلوی اور اسماعیل شہید کی تحریک کو ملیا میٹ کر دیا۔ ترکی اور ایران میں سید جمال الدین افغانی اور پاشا کی تحریک کو کچل دیا۔ یہ سب کام آپ کے علماء مشائخ اور رہنماؤں نے کیا۔ آپ بھی اگر سرکاری انگریزی استعمار کے خلاف چلیں گے تو آپ کا بھی وہی حشر ہوگا۔ (کابل یاغستان صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۰) باقی اگر کوئی تفصیل دیکھنا چاہے تو کتاب مطالعہ کرے۔

مصر کے مفتی محمد عبدہ مرحوم:۔ یہ قصوری خاندان کے چشم و چراغ تھے اور اہل حدیث کے عظیم سپوت تھے۔ اسی دور میں بریلوی حضرات انہی انگریز سے وظیفہ وصول کرتے رہے۔

وہابی تحریک پوری قوت کے ساتھ کھل کر میدان عمل میں مصروف جہاد نظر آتی ہے تحریک

باقی صـ پر